اُستاذ العلماء حضرت مولانا قاری محمد زرین صاحب نقشبندیؒ کا سانحۂ ارتحال:

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　　آج وہ کل ہماری باری ہے

از: (مولانا) محمد موسیٰ شاکر

مکی جامع مسجد شفیلڈ یو کے

جمعرات: 4 جنوری (2018ء) کی صبح صادق عجیب غم واندوہ لے کر طلوع ہوئی جب میں نے وٹس اپ پر عزیزم قاری محمد زبیر زرین طال اللہ عمرہ کا یہ میسج پڑھا کہ: والد گرامی ، حکیم ملت حضرت مولانا عبد الحکیمؒ کے شاگرد خاص اور داماد، علم وہنر کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کے ناظم اعلیٰ، علم وعمل کا جامع ستارہ، ممتاز عالم دین، جناب قاری محمد زرین صاحب کا گزشتہ شب انتقال ہوچکا ہے۔

قاری صاحب اس دنیائے فانی سے دنیائے جاودانی میں منتقل ہوگئے ہیں، اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔ صبر وضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، یہ صبح عجیب انداز سے طلوع ہوئی، حسرت ویاس کے گھنے بادل چھائے ہوئے تھے، فون اٹھایا بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی تو عزیزم قاری محمد زبیر اور برادرِ مکرم جانشین حکیم ملت حضرت مولانا عبد المجید ہزاروی کے نام پیغام ریکارڈ کر دیا۔

" زندگی بُلبُلَہ ہے پانی کا" قطروں کی اُٹھان کا نام زندگی اور اس کی اتار کا نام موت ہے، عُروج وزوال اس دنیا کی ناقابل انکار حقیقت ہے، زندگی کی طرف سفر کرنے کا نام عُروج، اور موت کی طرف قدم

بڑھانے کا نام زوال ہے۔ کسی شئے کا وجود خود اُس کے عدم کی دلیل ہے۔ انسان کے نیست سے ہست اور عدم سے وجود و شُہود میں آتے ہی عدم کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

فانی زندگی

یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی طرح انسانی زندگی بھی فانی ہے۔ کتنے ہی لوگ جو ہمارے ہم عصر، ہم سفر اور ہمسر تھے، ہماری ہی طرح زندہ وجود کے مالک تھے، حسن وجمال کے مالک تھے، ان کے بھی بیوی اور بچے تھے، خوشحال تھے، کاروبار کرتے تھے، بڑے بڑے عہدوں کے مالک تھے، بڑی بڑی محفلیں سجاتے تھے، قہقہے بکھیرتے تھے، اپنے مال واسباب، قبیلہ وخاندان، جتھے اور جماعت پر نازاں تھے، بڑی لمبی برسوں پر محیط پلاننگ کیا کرتے تھے مگر موت سے غافل تھے اور لہو ولعب میں مشغول تھے۔ لیکن آج وہ خاک کے بستر پر محوِ خواب ہیں، مٹی نے ان کے تمام مناصب اور مراتب مٹا دیئے ہیں، ان کا حُسن وجمال مَسخ ہو چکا ہے، ان کے جسم کے تمام اعضاء اور جوڑ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مٹی میں بکھر گئے ہیں، ان کے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو چکی ہیں، مال وجائیدادیں دوسروں کے ہاتھوں میں چلی گئیں ہیں، محافل میں اب ان کا ذکر اس طرح سے بھلا دیا گیا ہے کہ گویا ان کا وجود کبھی تھا ہی نہیں۔ ان کے قہقہے خاک میں مل گئے، ان کی زبانیں کیڑوں کی خوراک بن گئیں، ان کے چمکتے دانت خاک میں مل گئے، اور ان کے برسوں کے خواب اور منصوبے پَل بھر میں چکنا چور ہو گئے ہیں۔

عارف وہ ہے جو ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہو، اور اس کو ہر وقت اس بات کا انتظار ہو کہ کب موت آئے گی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا کہ (اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنْ) (موت سب سے بڑا تحفہ ہے مومن کے لئے) اور کیوں ہے وہ تحفہ اس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے کہ

(اَلْمَوْتُ جِسَرٌ يَصِلُ الْحَبِيْبُ اِلَى الْحَبِيْبِ)

موت ایک پُل ہے جس سے گزر کر آدمی اپنے حبیب سے جاملتا ہے۔

تو محبوب حقیقی سے ملنا عین خوشی کی چیز ہے اس لئے عارفین کو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کب موت آئے گی اور ہم موت کا پُل کراس کر کے اپنے محبوب سے ملیں گے۔

زندہ جاوید

لیکن اس سے بڑی سچی حقیقت یہ ہے کہ خود انسان اپنی ذات میں لافانی ہے۔

؎ یہ مانا زندگی فانی ہے لیکن اگر آجائے جینا جاوداں ہے

یہ جینا جسے آجائے وہ کبھی نہیں مرتا، اس کا وجود زندگی کے نشیب و فراز کا پابند نہیں ہوتا، اس کی زندگی بھی زندگی ہے اور موت بھی اس کے لئے حیات جاودانی کی نوید ہوتی ہے، اس کا جسم قبر کی آغوش میں، اور اس کا وجود لوگوں کے قلوب میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

حضرت قاری صاحب کا ابھی بچپن ہی تھا کہ ان کے والد صاحب کا سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا، والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ میرے ماموں حاجی غلام رسول صاحبؒ کے عقد زوجیت میں آئیں، اور قاری صاحب کے بہن بھائی بھی ان کی کفالت میں آئے۔ میری والدہ مرحومہ بیان فرماتی تھیں کہ میری والدہ یعنی میری نانی مرحومہ کی ترغیب پر قاری صاحب، اور مولانا قاری محمد یوسف صاحب مرحوم اور دیگر بھائی تعلیم کے حصول کے لئے نکلے۔ حکیم ملت حضرت مولانا عبدالحکیم قدس اللہ سرہ بانی جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی کی توجہ اور تعلیم و تربیت نے حضرت قاری صاحب کی زندگی کو

چار چاند لگا دئے، حکیم ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت قاری صاحب کے نکاح میں دیدی، اور چھوٹی صاحبزادی قاری صاحب کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا پروفیسر قاری محمد یوسف ؒ کے نکاح میں دیدی، اور یوں دونوں بھائیوں کا ہاتھ مضبوطی کے ساتھ تھاما، اور ان دونوں بھائیوں نے بھی مرتے دم تک ساری زندگی اس کی یوں لاج رکھی کہ حضرت اقدس حکیم ملتؒ کے ادارے سے ہی ان کے جنازے اٹھے۔

حضرت قاری صاحبؒ کا جب بھی اپنے ابائی علاقہ بٹگرام جانا ہوتا تو جب تک میرے والدینؒ زندہ تھے ضرور وقت نکال کر ان کی ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے۔ ان کی خدمت میں ہدیہ اور تحائف پیش فرماتے، کبھی کبھار رات بھی وہیں گزارنے کا اتفاق ہوتا، مجھے یاد ہے کہ میری موجودگی میں کئی مرتبہ والدہ مرحومہ نے حضرت قاری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا میری والدہ کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھنا کہ تمہاری تعلیم میں، اور تمہارے اس مرتبہ و مقام میں اُن کا بھی بڑا حصہ ہے، اور قاری صاحب مسکرا کر فرماتے کیوں نہیں۔ یہ سب آپ بزرگوں کی دعاؤں ہی کا ثمر ہے۔

میرے تعلق کی ابتداء

حضرت قاری صاحبؒ سے میرا تعلق اس وقت سے ہے جب 1977ء میں پہلی بار مجھے میرے برادر کبیر قاری محمد داؤد صاحب مدظلہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں درجہ حفظ کے داخلے کے لئے لے گئے، الحمد للہ اُس وقت سے یہ تعلق قائم رہا، اور آخری بار وفات سے تقریباً ایک ہفتہ قبل اس وقت ان سے ٹیلی فون پر ویڈیو کے ذریعے بات ہوئی، جب جانشین حکیم ملت برادر مکرم حضرت مولانا عبدالمجید ہزاروی مدظلہ اور عزیزم قاری محمد زبیر زرین طال اللہ عمرہ یہاں برطانیہ میرے پاس تشریف لائے ہوئے

تھے، بڑے خوشگوار موڈ میں تھے، کھل کھلا کر ہنستے رہے، کسے معلوم تھا کہ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ کھل کھلاتا چہرہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو جائے گا۔

حُسنِ اخلاق

حسن اخلاق دین کا عظیم شعبہ ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ اخلاقِ عالیہ کے خو گر تھے، ربّ العالمین نے آپ کو مجسمۂ اخلاق بنایا تھا: ارشاد باری ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم ۔

اور یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

خَیَارُ کُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا: (الحدیث)

تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے۔

حضرت قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حُسن اخلاق کی بے بہا دولت سے نوازا تھا، آپ کی سادگی، اخلاق، حلم اور بردباری سے ہر ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ اہل علم کے قدردان، اور دل سے ان کا اکرام و احترام کرتے تھے۔ مصافحہ و معانقہ کا اپنا انداز تھا، بات کرتے ہوئے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اپنائیت کا مظاہرہ کرتے۔

آپ کا اپنے متعلقین، دوست واحباب واردین وصادرین کے ساتھ اپنے مربّی حکیم ملت حضرت مولانا عبد الحکیمؒ کی طرح یکساں معاملہ تھا، حضرت مولانا عبد الحکیمؒ سے ملنے والا ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ آپ کا مجھ سے خصوصی تعلق ہے اور میں بذات خود یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کا جیسا مجھ سے تعلق ہے کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں، یہی صفت حضرت قاری صاحب کے اندر بھی پائی جاتی تھی۔

اکابرین نقشبندیہ کے ذوق کے مطابق سفید اور اُجلا نکھرا ہو الباس زیب تن فرماتے تھے۔ ایک ایک ادا سے عجز و نیاز، عبدیّت و فنائیت اور بے نفسی و تواضع ٹپکتی تھی۔

آپ قرآن کریم کے بہترین حافظ و قاری تھے کرتا پورہ کی مسجد حنفیہ میں ساری عمر امامت کراتے رہے، صبح کی نماز میں حسن و ترتیل کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز میں قرآن کریم کی تلاوت فرماتے،، آپ کی تلاوت سننے والوں کے دل میں اُترتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اور سنیں۔

آپ نے کئی حج وعمرے کئے اور آخری سالوں میں متعدد مرتبہ حرم بنوی ﷺ میں رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون کیا، بار گاہ نبوت، اور مدینہ منورہ کی حاضری کے وقت سراپا عجز و نیاز کی تصویر ہوتے، اللہ نے وہاں بھی ان کے ساتھ ملاقات کا اور کچھ وقت ساتھ گزارنے کا شرف عطا فرمایا۔

راولپنڈی اسلام آباد کی بیسیوں مساجد کے علماء وخُطباء کے استاد اور ان کے اداروں کے سرپرست بھی تھے۔ آپ نے جس کام کی ذمہ داری روز اوّل سے لی تھی آخری سانس تک اسے نبھاتے رہے، مجاھد ملّت حضرت مولانا عبد الحکیمؒ کے دست و بازو بن کر کام کیا تمام دینی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور خاص کر حضرت مولانا عبد الحکیم. صاحب نے اپنی قوم کو جس پسماندگی سے نکال کر علم نبوّت

سے روشناس کروایا اس میں حضرت قاری صاحب برابر کے حصّہ دار رہے۔قال اللہ و قال الرّسول ﷺ کے اسی مشن سے وابستہ رہے، آپ حدیث کی عظیم کتاب مسلم شریف کے استاد تھے اور اپنی رحلت سے قبل اس کتاب کو مکمل پڑھا چکے تھے۔

حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ : اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ ، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ ☐ (رواہ مسلم:1631)

کہ جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقۂ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، تیسری نیک اولاد جو دعاء کرتی رہتی ہے، ان تینوں کا ثواب اللہ تعالیٰ اس بندے کو مرنے کے بعد بھی دیتے رہتے ہیں، حضرت قاری صاحب کی اولاد صرف قاری محمد زبیر صاحب ہی نہیں، بلکہ جامعہ فرقانیہ سے فیض یافتہ سارے افراد ان کی رُوحانی اولاد ہیں، ان سب کے نیک اعمال اور آگے قیامت تک یہ سلسلہ جو چلتا رہے گا اس سب کا ثواب حکیم ملّت حضرت مولانا عبد الحکیمؒ اور حضرت قاری صاحبؒ کو ملتا رہے گا۔

قاری صاحب کا متبادل تو مشکل ھے ان کی کمی کا احساس جہاں گھر والوں اور متعلقین کو ہو گا وہاں ان کی رحلت سے پوری برادری ایک مخلص و مشفق مربّی سے محروم ہو گئی ہے، اس لئے سب ہی تعزیت کے مستحق ہیں، اللہ سے دعا گو ہیں. کہ اللہ قاری صاحب کے تمام. پسماندگان: قاری محمد زبیر زرین، برادر مکرّم حضرت مولانا عبد المجید ہزاروی صاحب، الشیخ مولانا قاری محمد ھارون صاحب، ڈاکٹر

عبد الغفور صاحب، برادر مکرّم قاری عبد الرّشید صاحب درویش، برادر محمد اسحاق صاحب کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، حضرت قاری صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ پاک مرحوم قاری صاحب کی آخرت کی تمام منزلوں کو آسان فرمائے اور ان کے پسماندہ گان کو ان کے لیئے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے   سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ شفیلڈ یو کے۔

2018/02/02